پرہیز کیا جائے۔ دل کی ساری نظافتوں اور پاکیزگیوں کے باوجود اس کے متاثر ہونے کا خدشہ باقی رہتا ہے۔ دوسروں کے بارے میں ایسی باتوں کے جاننے کا شوق انتہائی ناپسندیدہ ہے جس سے دل میں بدگمانی یا کدورت کے پیدا ہونے کا امکان پایا جاتا ہو۔ البتہ وہ مواقع اس سے مستثنیٰ ہیں جہاں شرعی ضرورت اور اپنی مصلحت متقاضی ہو کہ کسی کے بارے میں کچھ کہا یا سنا جائے۔

توکّل

(۱) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَ تَرُوْحُ بِطَانًا. (ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمھیں اس طرح رزق دے جس طرح کہ وہ پرندوں کو دیتا ہے۔ وہ صبح کو بھوکے اپنے آشیانوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس ہوتے ہیں۔“

تشریح: اس حدیث کو سمجھنے کے لیے قرآن مجید کی یہ آیات بھی پیش نظر رہنی چاہئیں: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود:٦) ”زمین میں چلنے پھرنے والی جو مخلوق بھی ہے اس کی روزی اللہ کے ذمّہ ہے۔“ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَاۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْۖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝ (العنکبوت:٦٠) ”کتنے ہی چلنے والے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے ہوئے نہیں پھرتے اللہ ہی انھیں رزق دیتا ہے اور تمھیں بھی! وہ سب کچھ سنتا، جانتا ہے۔“

انجیل متیٰ میں حضرت مسیحؑ کا یہ ارشاد نقل ہوا ہے: ”میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے؟ اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے؟ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے۔ نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں پھر بھی تمھارا آسمانی باپ (خدا) ان کو کھلاتا ہے۔ کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے؟ تم میں ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے؟ اور پوشاک کے لیے کیوں فکر کرتے ہو؟ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح

بڑھتے ہیں۔ وہ نہ محنت کرتے نہ کاتتے ہیں۔ پھر بھی میں تم سے کہتا ہوں کہ سلیمانؑ بھی باوجود اپنی شان وشوکت کے ان میں سے کسی کے مانند ملبس نہ تھا۔ پس جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائے گی ایسی پوشاک پہناتا ہے تو اے کم اعتقادو تم کو کیوں نہیں پہنائے گا؟ اس لیے فکر مند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پییں گے یا کیا پہنیں گے؟ کیوں کہ ان سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں۔ اور تمھارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو بلکہ تم پہلے اس کی بادشاہی اور اس کی راست بازی کو تلاش کرو تو یہ سب چیزیں بھی تم کو مل جائیں گی۔ پس کل کے لیے فکر نہ کرو۔ کیوں کہ کل کا دن اپنے لیے آپ فکر کر لے گا۔ آج کے لیے آج ہی کا دکھ کافی ہے (۶:۲۵-۳۴) حضرت مسیحؑ کی اسی طرح کی ایک تقریر لوقا (۱۲:۲۲-۳۴) میں بھی ملتی ہے۔

اس حدیث، قرآن کی آیتوں اور حضرت مسیحؑ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا اپنے فرماں بردار بندوں کا ولی اور کارساز ہے۔ وہ ان کی سرپرستی فرماتا ہے۔ وہ ان کی ضروریات کو بہ خوبی سمجھتا ہے۔ وہ ان کو یتیموں کی طرح بے کسی اور بے چارگی کی حالت میں ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ دنیا میں ان کا حاجت روا ہے۔ مادی ضروریات کی کفالت ہی نہیں وہ تو اپنے وفاداروں کو ایسی حیات عطا کرتا ہے جو نہایت پاکیزہ اور خوش تر ہوتی ہے۔ نہ تو ان کی موجودہ زندگی تاریک ہوتی ہے اور نہ ان کا مستقبل تاریک ہوتا ہے۔ وہ آگاہ راز ہوتے ہیں۔ ان کی اصل کمائی خدا پرستانہ پاکیزہ زندگی کا شعور ہوتا ہے۔ وہ رزق طیب وحلال کی تلاش میں رہتے ہیں لیکن ان کا اصل بھروسہ اپنی کوشش پر نہیں بلکہ اپنے خدا پر ہوتا ہے۔

(۲) وَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ قَلْبَ ابْنِ اٰدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِاَيِّ وَادٍ اَهْلَكَهُ وَ مَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی کے دل کے لیے ہر وادی میں ایک شاخ اور گوشہ ہے اب جس شخص نے اپنے دل کو ان شاخوں کی طرف متوجہ رکھا تو خدا کو مطلق اس کی پروا نہ ہوگی کہ کون سی وادی اسے تباہ وبرباد کرتی ہے۔ اور جو شخص خدا

پر توکل کرے گا تو اللہ اس کے لیے کافی ہوگا کہ اسے ان وادیوں میں بھٹکتے رہنے سے بچا لے۔''

تشریح: آدمی کی اندھی خواہشات اسے ہر وادی میں لیے پھرتی ہیں۔ وہ ہر جگہ اپنے لیے کشش اور جاذبیت پاتا ہے۔ اب جو شخص ان خواہشات ہی کو اپنا رہنما بنا کر ان کے پیچھے دوڑتا اور ہر وادی میں بھٹکتا پھرتا ہے خدا کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی ہے کہ ایسا شخص کہاں اور تباہی کے کس گڑھے میں دم توڑتا ہے۔ اس کے برخلاف جو لوگ اپنی ضروریات اور آرزوؤں کے سلسلہ میں اپنے کو خواہشات کے حوالہ کرنے کے بہ جائے خدا کی ہدایات کو اپنا رہنما بناتے ہیں تو خدا نہ صرف یہ کہ ایسے لوگوں کو ہر طرح کی تباہی سے بچا لیتا ہے بلکہ وہ ان کو یکسوئی اور سکونِ قلب کی دولت سے بھی نوازتا ہے اور ان کی فطری ضروریات کی تکمیل کا سامان بھی فراہم فرماتا ہے۔

﴿۴﴾ وَ عَنْ اَنَسٍ ؓ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَعْقِلُھَا وَ اَتَوَکَّلُ اَوْ اُطْلِقُھَا وَ اَتَوَکَّلُ؟ قَالَ: اِعْقِلْھَا وَ تَوَکَّلْ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل اختیار کروں یا اسے چھوڑ کر توکل کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ''اسے باندھو، پھر توکل اختیار کرو۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ توکل کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ آدمی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور اس انتظار میں رہے کہ اس کے لیے غیب سے سب سامان ہو جائے گا۔ آدمی کا فرض یہ ہے کہ وہ خدا کے دیے ہوئے اسباب و وسائل کو کام میں لائے اور نتائج خدا کے حوالہ کر دے۔ یہی توکل ہے۔ دیتا خدا ہی ہے لیکن اس کے دینے میں پردہ داری کی ایک شان پائی جاتی ہے۔ پردہ داری کی اس سنت کا احترام ضروری ہے۔ آدمی وسائل کو اختیار کرے لیکن اصل بھروسہ اس کا خدا ہی پر ہو۔ توکل اصل میں اس تعلق کو ظاہر کرتا ہے جو مومن بندے کو اپنے خدا سے ہونا چاہیے۔ چنانچہ قرآن میں آیا ہے: وَ عَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَo (التوبہ:۵۱) ''اور اہلِ ایمان کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے'' ایک اور جگہ فرمایا: وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌo (الانفال:۴۹) ''اور جو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے تو یقیناً خدا زبردست، نہایت حکمت والا ہے۔'' یعنی اس کے لیے بندے کا کام بنا دینا کچھ بھی مشکل نہیں۔